رجسٹرڈ نمبر اے ۲۰۲۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حب وطن از ملک سلیماں خوشتر
خار وطن از سنبل و ریحاں خوشتر
یوسف کہ بمصر پادشاہی می کرد
می گفت گدا بودن کنعاں خوشتر

پانزدہ روزہ

کاکوری اخبار

سالانہ چندہ	[illegible]
فی پرچہ	[illegible]

جلد [illegible] | کاکوری، دوشنبہ ۱۶ جون سنہ ۱۹۴۱ء مطابق ۱۹ جمادی الاول سنہ ۱۳۶۰ھ | نمبر ۴۷

ادبیات

غزل از منشی نبی الحسن صاحب علوی شمیم بی اے (کاکوری)

ستم ہے ظلم جانِ ناتواں پر
خدا کا نام آتا ہے زباں پر

ہمیں ہے حسرت کاشانہ سوزی
گرے گی خاک بجلی آشیاں پر

مرا شکوا ہے اظہار حقیقت
جو دل میں ہے وہ آتا ہے زباں پر

انہیں ہے حشر میں دعویٰ ہمارا
ہنسی آئے جنہیں میرے بیاں پر

اسے بجلی نہ تم سمجھو کہ وہ شوخ
لکیریں کھینچتا ہے آسماں پر

کسی کا دل دکھے ایسی نہ کی بات
ہمیں بھی ناز ہے اپنی زباں پر

مراحم چومتے ہیں میرے سجدے
جبیں رکھتا ہوں انکے آستاں پر

شمیم زار خود تو ہے کہیں اور
مگر نظریں ہیں گرد کارواں پر

مہاتما گاندھی "سول ملتی تو سرمایہ دار سب سے زیادہ عقلمند ہوتے"

بچے کی مسکراہٹ ایک کھلونے میں خریدی جا سکتی ہے۔

جوانی ایک ایسی چٹان ہے جس میں ایک طرف دہکتی ہوئی آگ اور دوسری طرف متلاطم سمندر ہے۔

غلام کے قہقہے بھی آزاد کے آنسو کی برابری نہیں کر سکتے۔

عورتوں کے رخساروں پر حیا کی سرخی دنیا کی سب سے زیادہ حسین اور دلکش چیز ہے۔

(ماخوذ)

بکھرے ہوئے پھول

گلاب گلقند بنکر میٹھا ہو جاتا ہے مگر گلاب نہیں رہتا۔

سچائی کا فرض تلوار کی دھار اور سنگین کی نوک پر ادا ہوتا ہے۔

سینما کے مناظر بہت خوشنما ہوتے ہیں۔ کاش لوگوں کو معلوم ہوتا کہ انکے ذریعہ بھی جوانی لوٹی جا سکتی ہے۔

دوشیزگی اس کلی سے بھی زیادہ معصوم اور لطیف ہوتی ہے جسے تتلی کی ہونٹوں نے بھی نہ چھوا ہو۔ قمقموں اور فانوسوں سے اینٹ و پتھر کے بنے ہوئے مکان روشن ہو سکتے ہیں مگر دل کے حجرہ کو روشن اجالا نہیں ہو سکتا۔ اقبال نے خوب کہا ہے

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور، دل کا نور نہیں

"غور و تفکر" "اور ہمت با عمل" انقلاب و تعمیر کی بنیادیں ہیں۔ صرف سوچنے اور غور کرنے سے راستہ کی ایک کنکری ادھر سے ادھر نہیں ہو سکتی۔

جب دلیلیں ختم ہو جاتی ہیں تو آدمی گالی گلوج کر اوچھے ہتھیاروں پر اتر آتا ہے۔

موت کا خوفناک پنجہ بادشاہ کے حلقوم اور فقیر کے گلے میں کوئی امتیاز نہیں کرتا

خدا کا انکار سب سے بڑی نادانی ہے۔ حقائق اور مسلمات کے انکار کو آزادی فکر سمجھنا "جہل مرکب ہے" بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔

قوموں کی تاریخ مورخ کے قلم سے نہیں تلواروں کی نوک سے لکھی جاتی ہے۔

اسلام اور انسانیت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ ۴۴۴

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کاکوری اخبار

جلد ۵	کاکوری دوشنبہ ۱۶ر جون سنہ ۱۹۴۱ء	نمبر ۴

غلط تعلیم

دنیا میں ہر قوم کے عروج و زوال کے اسباب کچھ نہ کچھ ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کے ترقی و تنزل کے اسباب پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے زمانۂ عروج میں مذہبی، معاشی، روحانی، سیاسی، اخلاقی اور ادب، انشا، و علوم وغیرہ کے باکمال عالم تھے۔ اعمال صالحہ کے عامل اور افعال قبیحہ سے محترز و محفوظ تھے اس لئے انکی روحانی پاکیزگی اور جسمانی اخلاقی، معاشی و ملکی خوبیاں درجۂ کمال پر پہونچی ہوئی تھیں۔

جب سے مسلمانوں میں اصلی و حقیقی تعلیم کی جانب سے بے توجہی شروع ہوئی اور مغربی تعلیم کی طرف ایسے متوجہ ہوئے کہ وہ علوم جو اُن کے لئے دین و دنیا کے فلاح کے سبب تھے یک لخت بھولا دیئے گئے۔ تبدیلی حکومت کیساتھ ہندوستانی مسلمانوں کے ذرائع معاش بھی تبدیل ہو گئے۔ حکومت کے مروجہ تعلیم سے مسلمانوں کا بڑا گروہ نہ صرف ان علوم و فنون سے بے بہرہ ہو گیا بلکہ اپنی مذہبی تعلیم و اعمال صالحہ و ذرائع معاش فراموش کر چکا۔ مذہبی تعلیم سے مغربی علوم نے تو بیگانہ و متنفر کر دیا حتی کہ اسلام کے بنیادی اصول و ارکان سے مسلمان بچوں کو ناواقفیت ہو گئی۔ جسقدر جدید تعلیم نے لوگوں کو فکر معاش میں مبتلا کر رکھا ہے اور حیران و سرگردان نظر آتے ہیں کیا یہ حالت اسلامی علوم و فنون کے زمانۂ عروج میں بھی تھے۔ یہ ایک سوال ہے جس کا سبب دریافت کرنا ہے۔

ہمارا خیال تو یہ ہے کہ موجودہ طریقۂ تعلیم نے فیشن و خودداری اور خودنمائی کا مادہ اسقدر پیدا کر دیا ہے کہ سوائے ملازمت کے کسی دوسری طریقہ کسب زر کی جانب متوجہ ہونا اُن کے نزدیک عقل کے خلاف ہے۔ صبر و توکل اور شکر کے اعلی جوہر جو قرون اولی کے مسلمانوں کیلئے طرۂ امتیاز تھے انکو ہم کھو بیٹھے اور جوش خودنمائی نے اعمال صالحہ کا فقدان ہم میں پیدا کر دیا۔

جس زمانہ تک مسلمان سچے مسلمان رہے یعنی قرآن حکیم و ہدایات نبوی پر مسلمان مضبوطی سے قائم رہے اور اعمال صالحہ کے پابند و افعال قبیحہ سے محترز رہے دنیا انکے قدموں کے نیچے رہی اور حکمرانی و جہانبانی۔ اقبال و اقتدار کا آفتاب نصف النہار پر رہا۔ لیکن جب اعمال صالحہ میں کمی اور افعال قبیحہ کی ترقی ہوئی اسیقدر حکومت و دولت عز و جاہ میں کمی رونما ہوئی یہانتک کے اب دوسروں کے سامنے دامن پھیلاتے ہیں اور کچھ ملتا نہیں۔

ابھی وقت ہے کہ مسلمان اپنی حالات کا جائزہ لیکر اعمال صالحہ کے پابند ہوں اور افعال قبیحہ سے تائب ہو کر قرآن حکیم کی ہدایات پر عمل شروع کر دیں اپنے بھائیوں کی اصلاح و بہتری کے لئے کوشش کر کے فلاح دارین حاصل کریں جسکا حکم و وعدہ اللہ جل شانہ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔

ہم یہ بھی لکھے بغیر نہیں رہ سکتے کہ علمائے کرام اپنا طریقہ تعلیم و تبلیغ چھوڑ کر فروعات میں ایسے پھنس گئے ہیں کہ انھوں نے عام مسلمانوں میں اپنی کوئی وقعت باقی نہیں رکھی۔

نقوش

قصبہ کی صفائی:۔ برسات شروع ہو گئی۔ موسمی امراض کے پھیلنے کا زمانہ ہے ان ایام میں صفائی ستھرائی کا زیادہ خیال رکھا جاتا ہے لیکن افسوس ہے کہ ہمارے قصبہ کی ٹاؤن ایریا کو یہاں کے صفائی کی جانب کچھ زیادہ توجہ نہیں ہے۔ جگہ جگہ کوڑوں کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ نالیاں اور چہبچے نہایت گندہ اور کثیف ہو رہے ہیں جسکی وجہ سے راستہ چلنے والوں کو تکلیف اور ان گندے مقامات کے رہنے والوں کو سخت اذیت ہے اور آب و ہوا میں سمیت پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ ممبر متعلقہ عرصۂ دراز سے کاکوری سے باہر ہیں۔ جمعدار صفائی اپنے حسب عادت اپنے فرائض منصبی سے لاپرواہ ہیں ان کے کام کی نگرانی جب پوری طور پر نہو گی اور ان سے سختی سے کام نہ لیا جائیگا تو انکی کام چوری و کاہلی تو مشہور ہے۔ معلوم نہیں چیرمین صاحب اس طرف توجہ فرمائی کہ نہیں اور غیر حاضر ممبر کی جگہ پر صفائی کی نگرانی کیلئے کسی دوسرے ممبر کا انتخاب کیا بھی گیا یا صفائی کے اسٹاف کو اسکے حال پر چھوڑ

دبا گیا ہے - ہم چیرمین صاحب کو اس طرف جلد از جلد متوجہ ہونے کا پرزور مشورہ دیتے ہیں ورنہ پبلک مجبور ہوگی کہ اعلیٰ افسران کے نوٹس میں اس بدنظمی کو لایا جائے - چیرمین صاحب کو ممبر انچارج صفائی کو تاکیدی حکم بھیجنا چاہیے کہ وہ جلد واپس آئیں اور اپنی فرائض و ذمہ داری کا احساس کریں اور انکی واپسی تک کسی سمجھ دار ممبر کو صفائی کا انچارج کرانا چاہیے تاکہ شکایت جلد رفع ہو ساتھ ہی اس گندگی سے قصبہ کی آب و ہوا خراب نہ ہونے پائے - سنا گیا ہے کہ ممبر انچارج صفائی ۲ روز آئے ہوئے ہیں غالباً قیام کریں گے

مذہب اسلام کے متعلق یورپین عالموں کی رائیں

منشی خان بہادر چودہری نبی احمد ایم آر اے - ایس پنشنر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس حال انسپکٹر جنرل پولیس ریاست چرکھاری مؤلفہ واقع عالمگیر تذکرہ مورخین مرقع بنارس وغیرہ ان چند مخصوص لوگوں میں ہیں جو پولیس ایسے محکمہ میں رہنے کے باوجود علمی خدمت اور تصنیف و تالیف کے مواقع نکال سکے اور نہایت تلاش و تحقیقات اور کد و کاوش سے مذکورہ الصدر کتابوں کیلئے بہترین و صحیح مواد فراہم کر سکے - ذیل میں ہم "مرقع بنارس" سے حسب اجازت جناب مصنف چند نوادرات پیش کرتے ہیں جس سے یقین ہے کہ ناظرین کو صرف دلچسپی ہی نہیں ہوگی بلکہ انکے معلومات پر کافی اضافہ ہوگا - - ایڈیٹر

دین اسلام کی بابت مشہور عالم ڈریپر کا قول ہے :-

(۱) "دنیا کی تاریخ میں کوئی مذہب اسقدر جلد اور اتنی وسعت کیساتھ نہیں پھیلا - جیسا کہ مذہب اسلام یہ مذہب تھوڑے ہی عرصہ میں کوہ اٹلس سے لیکر بحر الکاہل تک پہنچا تھا - اور ایشیا کے مرکز سے افریقہ کے مغربی کنارہ تک جا پہنچا"

سر ولیم میور لکھتے ہیں :-

(۲) "اسلام نے ہمیشہ کے واسطے توہمات باطلہ کو جنکی تاریکی مدتوں سے چھائی ہوئی تھی - کالعدم کر دیا - بت پرستی موقوف ہوگئی - قرآن مجید کی اخلاقی تعلیم میں ناانصافی - کذب - انتقام - عیاشی اور بدگمانی قابل ملامت قرار دی گئیں - یورپ میں علوم و فنون کی ترقی کا اصلی سبب یہی اسلام ہی ہوا ہے"

(۳) ڈاکٹر گستاولی بان فرانسیسی لکھتا ہے :-

"جسوقت ہم فتوحات عرب پر نظر ڈالینگے - اور انکی کامیابی کے اسباب کو ابھار کر دکھائینگے - تو معلوم ہوگا کہ اشاعت مذہب میں تلوار سے کام نہیں لیا گیا - کیونکہ مسلمان ہمیشہ مفتوح اقوام کو اپنے مذہب کی پابندی میں آزاد چھوڑ دیتے تھے - اور اگر اقوام عیسوی نے اپنے فاتحین کے دین کو قبول کر لیا - تو یہ محض اسوجہ سے تھا - کہ انھوں نے اپنے جدید حاکموں کو ان قدیم حاکموں سے بدرجہا بہتر پایا جنکی حکومت میں وہ اسوقت تک آباد تھے - فی الحقیقت اسلام تلوار سے نہیں - بلکہ بہ ترغیب و بزور تقریر پھیلایا گیا ہے - یہی ترغیب تھی جسنے اقوام ترک اور مغل کو بھی جنھوں نے آگے چل کر عربوں کو مغلوب کیا دین اسلام قبول کرنے پر آمادہ کر دیا"

(۴) مشیو رہبان اپنی کتاب "سفر مشرق" میں اسطرح ارشاد فرماتے ہیں :-

"عیسائیوں کے لئے نہایت افسوس کی بات ہے کہ وہ مذہبی رواداری جو ایک بڑا قانون مروت ہے - عیسائیوں کو مسلمانوں نے سکھایا - یہ بھی ایک ثواب کا کام ہے - کہ انسان دوسرے مذہب کی عزت کرے اور کسی کو مذہب قبول کرنے پر مجبور نہ کرے -"

(۵) مسٹر رابرٹسن اپنی تاریخ "چارلس پنجم" میں لکھتے ہیں :-

"وہ مسلمان ہی تھے جن میں اشاعت مذہب کے جوش کیساتھ رواداری ملی ہوئی تھی - ایک طرف تو وہ اپنے پیغمبر کے دین کو پھیلاتے تھے - دوسری طرف ان اشخاص کو جو اسے قبول نہیں کرتے انکی اپنے اصلی ادیان پر قائم رہنے دیتے تھے"

(۶) جنگ صلیبی کے سلسلہ میں مشیو رہبان لکھتے ہیں :-

"جسوقت فاروق اعظمؓ نے بیت المقدس کو فتح کیا - تو انھوں نے عیسائیوں کو مطلق نہیں ستایا - برخلاف اسکے جب صلیبیوں نے اس مقدس شہر کو لیا - تو انھوں نے نہایت بے رحمی سے مسلمانوں کا قتل عام کیا اور یہودیوں کو جلا دیا"

(۷) مصر کے مشہور اخبار ایجپٹ میں ایک مسیحی نے لکھا ہے :-

"ہم عیسائیت اور اسلام کا مقابلہ کرتے ہیں - تو ایک نمایاں فرق نظر آتا ہے کہ عیسائی مذہب کے راستہ میں جب علوم و فنون آ گئے - تو اس نے نہایت بیدردی سے انکو پامال کر دیا - لیکن اسلام نے خود علوم و فنون کی بنیادیں قائم کیں -

اور عیسائیت اور مجوسیت نے جن شائقین علوم کو شوق علم کے جرم میں جلا وطن کیا اسلام نے اُن کو اپنے دامن میں پناہ دی ۔"

(۸) بیروت کے ایک مسیحی اخبار "الوطن" میں ایک مسیحی نامہ نگار نے لکھا ہے :-

"غیر مسلموں کے لئے اسلامی ممالک میں عیش و راحت کیساتھ رہنا آسان تھا کیونکہ خدا کے یہاں تمام مخلوق خدا کی اولاد ہے - اور سب سے پسندیدہ خدا کے نزدیک وہ ہے جو اسکی اولاد کو نفع پہونچائے قرآن کریم نے عورت کے مرتبہ کو بلند کر دیا ۔"

(۹) جون ڈیوٹ پورٹ لکھتے ہیں :-

"یہ خیال کہ قرآنی مذہب تلوار کے ذریعہ سے شائع ہوا تھا بالکل غلط ہے ۔ کیونکہ ہر غیر متعصب آدمی ادنیٰ فکر سے معلوم کر سکتا ہے ۔ کہ حضرت محمد صلعم کا دین ایسا تھا کہ جس میں انسان کی قربانی اور خونریزی کی جگہ نماز اور زکوٰۃ قائم کی گئی تھی ۔ اور ہمیشہ کے جھگڑوں اور قضیوں کی جگہ باہمی اخلاص و محبت کی بنیاد ڈالی گئی تھی ۔ اور یہی باعث ترقی کا ہوا تھا حقیقت میں یہ دین اہل مشرق کے لئے سراپا برکت تھا ۔"

(۱۰) جرمن مستشرق عمانوئیل ڈیوس لکھتا ہے :-

"قرآن مجید کی مدد سے عربوں نے سکندر اعظم اور رومیوں کی سلطنت کے مقابلہ میں بڑی دنیا فتح کر لی ۔ فتوحات کا جو کام رومیوں سے سیکڑوں برس میں ہوا تھا ۔ عربوں نے اسکو دسویں حصہ وقت میں انجام تک پہونچایا ۔ اسلام شاہانہ حیثیت سے یورپ میں داخل ہوا ۔ جہاں اہل فنیشیا بطور تاجروں کے اور یہودی لوگ اسیروں کی حالت میں پہونچے ۔ ان عربوں نے یونان کی عقل و فہم کو زندہ کیا ۔ اور مغرب و مشرق کو فلسفہ طب اور علم ہیئت کی تعلیم دی ۔"

"ہم ہمیشہ اس روز کا ماتم کرینگے جس روز غرناطہ عربوں کے ہاتھ سے نکل گیا ۔"

(۱۱) لنڈولف کرسل جسنے ۱۸۸۴ء میں آنحضرت صلعم کے حالات شائع کئے تھے لکھتا ہے :-

"قرآن میں عقائد ۔ اخلاق ۔ اور قانون کا مکمل مجموعہ موجود ہے ۔ اس میں ایک وسیع جمہوری سلطنت کے ہر شعبہ کی بنیادیں بھی رکھدی گئی تھیں ۔"

(۱۲) ریورنڈ ڈبلو اسٹیفنس لکھتا ہے :-

"حضرت محمد صلعم نے بت پرستی کے ایک منتشر انبار کے عوض میں خالص توحید کا عقیدہ قائم کیا ۔ آپنے لوگوں کے اخلاقی معیار کو بلند کیا ۔"

(۱۳) موسیو لیبان جس نے مشرق پر ایک کتاب لکھی ہے ۔ لکھتا ہے :-

"مسلمانوں میں اب تک وہ عمدہ انتظامات کامل طور سے باقی ہیں جنکے ذریعہ سے انھوں نے امیر و غریب غلام اور مالک میں صلح قائم رکھی ہے ۔ اور مسلمانوں کی بابت صرف اسقدر کہنا کافی ہے ۔ کہ وہ قوم جس کو تعلیم دینے کا دعویٰ یورپ کر رہا ہے فی الواقع وہ قوم ہے جس سے خود اسے سبق لینا چاہئے ۔"

احساس غم

(از ایم ۔ ایس نگار صاحبہ (کاکوروی) از رام پور)

"بلا ! بلا ! مجھے تم سے محبت ہے" یہ الفاظ بار بار بلا کے دماغ میں چکر لگاتے اور کانوں کے پردوں سے ٹکراتے معلوم ہوتے تھے ۔ اسے ان میں الفت کی کہانی محبت کا خزانہ پوشیدہ معلوم ہوتا تھا ۔ اسے معلوم ہوتا تھا کہ رمیش کی زبان محض انھیں الفاظ کی تکرار کے لئے اور بلا کے کان انکی سماعت کیلئے ودیعت کئے گئے تھے ۔ اسے وہ زمانہ یاد آرہا تھا جب وہ اپنے مطالعہ کے کمرے میں کوئی کتاب لئے بیٹھی ہوتی اور غلط انداز نگاہوں سے دروازے کی طرف دیکھتی جاتی اور دفعتاً رمیش آکر اسکا ہاتھ پکڑ لیتا اور پھر پیارے پیارے الفاظ کی تکرار "بلا ۔ بلا ۔ مجھے تم سے محبت ہے" کمرے میں گونج جاتی ۔ زریں راتوں میں لگائے ہوئے نقرئی قہقہے اب یاد آکر اس کے دل میں ٹیس پیدا کر دیتے ۔ بلا کا دار المطالعہ اب بھی ویسا ہی تھا ۔ کتابیں اسی سلیقے سے رکھی ہوئی تھیں مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس میں ہفتوں سے کوئی بسا نہیں ۔ کتابوں پر گرد جمی ہوئی تھی ۔ کرشن اور گوپیوں کی تصویریں اتار کر "شکنتلا" کا ایک دردناک منظر لگا ہوا تھا ۔ مسرت زا تصویروں اور پھولوں کی جگہ خالی پڑی ہوئی تھی ۔ پردوں کا رنگ اڑ گیا تھا ۔ مگر وہ اپنے حال پر چھوڑ دیئے گئے تھے ۔

بلا تصویر غم بنی ہوئی اب بھی ایک کرسی پر بیٹھی تھی ۔ اس کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی اور وہ دزدیدہ نگاہوں سے بار بار دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی ۔ اسے نہ معلوم کس کا انتظار تھا ۔ کیوں کہ رمیش

جسے وہ معصومیت کا فرشتہ سمجھے ہوئے تھی اسکی محبت سے دستبردار ہو کر شاید بازاری "پریا" کی زلفوں میں اپنا دل کھو بیٹھا تھا۔ بملا کی آہیں اسکے نالے اس کی التجائیں سب بیکار ثابت ہو چکی تھیں اور رمیش بملا سے لاپروا ہو کر عیش و عشرت کے سیلاب میں بہ گیا تھا۔

بملا کو اس کشمکش میں کئی ماہ گذر گئے۔ اور قدرت نے اسے ایک پھول سی بچی کی ماں بنا دیا۔ بملا کے غم میں قدرتاً کچھ کمی ہو گئی مگر قسمت میں کچھ اور لکھا تھا۔ تین ماہ کی ہو کر بچی نے انتقال کیا اور بملا کو نیم دیوانہ چھوڑ کر رخصت ہو گئی۔

اس اثنا میں رمیش پر بھی انقلاب آیا۔ اسکی ساری دولت ختم ہو گئی اور کثرت شراب سے پھیپھڑے بالکل خراب ہو گئے۔ پریا جسکی محبت میں وہ اندھا ہو گیا تھا اس سے نفرت کرنے لگی۔ رمیش کے پاس اب لکشمی نہ تھی جسکی مدد سے پریا مہربان ہو سکتی جب ہر طرف سے مایوسی ہو گئی تو اس نے پھر اگر بملا سے محبت کی بھیک مانگی۔ مگر بملا ان تمام باتوں سے لاپرواہ تھی۔ موجودہ رمیش اسکی نظروں میں ایک ناقابل معافی گنہگار تھا۔

وہ دن رات پرانے معصومیت کے فرشتہ رمیش کی یاد میں غرق رہتی مگر رمیش کے راہ راست پر آنے کی دعا نہ مانگتی۔ اس کے نزدیک رمیش کی معصومیت برباد ہو چکی تھی۔ اور وہ بملا کے قابل نہ رہا تھا۔

رمیش بملا کے قدموں پر گر کر معافی کا خواستگار ہوا مگر بملا نے کچھ اثر قبول نہ کیا۔ رمیش نے بملا کا ہاتھ تھام لیا اور التجا کرتے ہوئے کہا "بملا! بملا! مجھے تم سے محبت ہے"! مگر بملا کو معلوم ہوا کہ جیسے یہ آواز کسی دور دراز دنیا سے بالکل بے کیف ہو کر اسکے کانوں تک پہونچ رہی ہو۔ اس نے اسے کوئی اہمیت دی اور بڑبڑاتی ہوئی اٹھکر چلی گئی "نہیں۔ تم رمیش نہیں ہو۔ رمیش تو مر گیا"!

راتوں کو وہ سوتے سوتے بڑبڑانے لگتی "آہ کیا وہ مر گیا! — کیا میرا پیارا رمیش مر گیا۔ نہیں۔ نہیں وہ زندہ ہے — میری جان۔ دل کا ٹکڑا رمیش — آہ۔ مر گیا — مر گیا"!

اور واقعی وہ پرانا معصوم اور فرشتہ خصلت رمیش اس کے لئے مر چکا تھا۔ احساس غم نے اسے پاگل بنا دیا تھا۔

فانوس خیال

از ناظر کاکوروی

دسمبر کی آخری تاریخیں تھیں علیگڈھ مسلم یونیورسٹی میں جشن جوبلی کے سلسلہ میں تقریبات کا لامتناہی سلسلہ جاری تھا آفتاب پردہ افق میں چھپ چکا تھا۔ اور آسمان اوس کی لامعلوم کرنوں سے گلابی ہو رہا تھا گویا شفق پھول چکی تھی۔ اس وقت فضا میں ایک عجب کیفیت پیدا تھی۔ سامنے لان پر رشید احمد صاحب صدیقی اور ایک رامپوری شہزادہ سے ٹینس میچ ہو رہا تھا اور سوئمنگ باتھ کلب کے ریفریشن روم میں کچھ بے تکلف فلسفہ کے طالب علم چائے کی میزوں پر بیٹھے ہوئے میچ دیکھ رہے تھے اور فلسفۂ محبت پر گفت و شنید ہو رہی تھی۔ موضوع دلچسپ تھا ایک دوست نے جوش میں کہا۔

"محبت محبت سب سے زیادہ دنیا کی سب سے زیادہ جانا پہچانا لیکن سب سے زیادہ سنگین مسئلہ یہی ہے جس پر انسان ہر عہد میں ہمیشہ سے غور کرنے کا عادی رہ چکا ہے لیکن آجتک کوئی اس لفظ کے راز کو حل نہ کر سکا۔ امیر و غریب، پروفیسر و شاگرد۔ مرد و عورت بچہ اور بوڑھا غرض کہ ہر جن و بشر اپنے ظرف کے مطابق اس نشے سے متاثر نظر آتا ہے لیکن کوئی شخص یہ نہ بتلا سکا کہ آخر محبت ہے کیا شے؟ اسکی منطقی تعریف کیا ہے ارسطا طالیس و سقراط نے اسکے حدود کیا متعین کئے ہیں ایک معصوم بچہ ہے جو ابھی چند دن ہوئے اس عالم آب و گل میں آیا ہے۔ محبت کی حلاوت محسوس کرتا ہے۔ ہر قلب اسکی روحانی لذت کو محسوس کرتا ہے لیکن کوئی شے اس کے مفہوم کو بتلا نہ سکی!

دوسرا دوست بولا۔

جلیل صاحب کا خیال بالکل صحیح ہے۔ محبت۔ محبت یہ لفظ بار بار زبانوں پر آتا ہے روزانہ رسالوں میں مضامین شائع ہوتے ہیں جلسوں میں دھوان دھار تقریریں ہوتی ہیں بے شمار افسانوں کی سرخیاں اسی نام سے تعلق رکھتی ہیں ہزار ہا خود کشیاں اسی لفظ کی زندہ تعبیریں ہیں کبھی مرد اسکا راگ الاپتے ہیں اور کبھی فرقت میں عورتیں۔ رنگین صحبتوں کو دیکھئے عرفانی مجلسوں میں بیٹھئے۔ رقص و سرود کے جلسوں میں شرکت کیجئے

سب جگہ اسی طلسمی لفظ کی چھاؤن نظر آتی ہے اسکا ذکر آتے ہی صوفیائے کرام پر وجد کی کیفیت طاری ہوتی۔ اور روح میں مستی پیدا ہو جاتی ہے لیکن پھر بھی یہ عقدہ لاینحل آج تک جہان تھا اس مرکز سے ایک انچ آگے نہ بڑھا۔

تیسرا دوست بولا۔

"نیاز صاحب آپ سچ کہتے ہیں لیکن جلیل صاحب کے اور آپکے خیالات میں ذرا تضاد رہے۔

چوتھا دوست بولا

میاں حسن وہ تضاد کیا ہے۔

پانچواں دوست کہنے لگا۔

آپ لوگ عجب آدمی ہیں محبت محبت کہتے ہیں اور فلسفی ہو کر بھی اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش نہیں کرتے۔

چھٹا دوست بولا۔

میاں اکبر کی رائے صحیح ہے۔ آخر فلسفہ آپ لوگوں نے کیوں پڑھا ہے اور نیاز صاحب تو ڈاکٹر ظفر الحسن کے محبوب شاگرد ہیں کیا وہ بھی محبت کے حدود متعین کرنے سے قاصر ہیں۔

پانچواں دوست بولا

ٹھیک ہے ضیاء نے معقول بات کہی ہے نیاز صاحب بسم اللہ کیجئے۔

حسن۔ آپ لوگوں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ لیا ایک مسئلہ اسوقت زیادہ دلچسپ اور اس قابل ہے کہ سب لوگ سنجیدگی سے غور کریں۔

نیاز صاحب وہ کیا۔

حسن۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک آدمی تمام عمر اپنی محبت میں صادق اور ثابت رہے۔

جلیل۔ یقیناً موضوع بہت نادر اور دلچسپ ہے۔

نیاز۔ جواب بظاہر ہاں اور نہیں دونوں ہو سکتا ہے۔

ضیاء۔ کیا نیاز صاحب آپ اس مسئلہ پر کسی واقعہ کو پیش نظر رکھکر بحث کرینگے!

اکبر۔ مناسب ہے۔ نیاز صاحب فلسفہ حسن و محبت کے ماہر کی حیثیت رکھتے ہیں اور آج کل فلسفہ اشتراکیات پر تحقیقات بھی کر رہے ہیں۔

ضیاء۔ فلسفہ اشتراکیات سے اس بحث کا کیا تعلق!

ایک لطیف قہقہہ بلند ہوا۔

لیجئے میچ ختم ہو گیا رشید صاحب جیت گئے۔

اب خفیف سردی معلوم ہونے لگی تھی سب لوگ لان سے اٹھنے ہی والے تھے کہ یونیورسٹی کی مسجد سے اذان مغرب کی آواز آئی اور ہم لوگ افتاں خیزاں مسجد بھاگے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد سر سید ہال کے کمرہ ۔۔۔ میں نیاز صاحب کے کمرہ میں جہاں لکھنؤ کا خمیرہ مہک رہا تھا دوبارہ جمع ہوئے نیاز صاحب نے فوراً ملازم (بیرہ) کو چا دلانے کا حکم دیا جلیل نے کریون اے کی ڈبیا پر ہاتھ مارا ضیاء نے پان کی ڈبیا لی حسن نے حقہ کو اپنے قبضہ میں کیا اور اکبر نے میز پر پڑی ہوئی اسکر وائلڈ کی کتاب اٹھالی اور نیاز صاحب اپنے پلنگ کو سب دوستوں کیلئے چھوڑ کر آرام کرسی پر دراز ہو گئے۔ بجلی کا قمقمہ روشن تھا اور سردی کی وجہ سے آتش دان میں آگ جل رہی تھی۔ غلام گردش کے دونوں دروازہ بند کر لئے گئے۔ گفتگو کا رنگ جما اور نیاز نے کہا۔

" یہ محبت بہت تکلیف دہ ہے لیکن بے حد دلچسپ۔ کون ہے جو اپنے دامن کو ہوشیاری سے اس خطرناک وادی سے صاف بچا لے گیا۔ میں نے تو کسی کو اس کوچہ میں مسرور، کامران و کامیاب نہیں دیکھا۔

جلیل۔ صحیح۔ آپ کا ضمیر بھی غالباً اس ناکردہ گناہ کے جرم سے شرمندہ ہوگا!

حسن۔ آپ تو ماشاء اللہ اس وادی میں داخل بھی نہیں ہوئے آپکا ضمیر مطمئن ہوگا!

اکبر۔ دیکھئے ذاتیات پر نہ اتر یئے۔ یہ مسئلہ خالص علمی ہے اور ہماری نہیں

ضیاء۔ یہی وجہ ہے کہ فلسفہ میں لطف نہیں آتا۔ فلسفہ کو فلسفی نگاہ سے دیکھنا چاہئے۔

نیاز۔ شکر ہے میں نے محبت کی۔ ناکامی ہوئی "۔۔۔" میرے اختیار میں نہیں ہے۔ لیکن میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ محبت موت پر بھی فتح حاصل کر سکتی ہے۔ فلسفہ کی گتھیوں میں آپ محبت کو تلاش نہیں کر سکتے محبت کرنا بڑے ظرف کا کام ہے ہر انسان محبت کرنے کا اہل نہیں ہے پہلے ہی قدم پر رسوائیوں، ذلتوں اور خرماں نصیبیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

جلیل۔ خدا کا شکر ہے میں نے خوابیدہ نیاز کو بیدار کر دیا۔ یہی میں چاہتا تھا۔

نیاز ـــ دیڑھ میں) پانچ سال ہوئے ـــ کا نکاح ـ سفیر کے ساتھ ہوگا
اس وقت میرا ضمیر خوابیدہ تھا ـ حجابات اٹھ چکے ہیں اور مجھکو معلوم ہے
کہ محبت موت سے زیادہ طاقتور ایک وقت آئیگا جب "ب" سرد مہری
کے کردار کو فراموش کر دے گی ـ

جلیل ـ غلط ـ اس رائے سے میں اتفاق نہیں کرسکتا ـ نیاز کو اس مسئلہ
میں یقینی سخت دھوکہ ہے اور ہمکو شکست ہوئی ـ مایوسی اور ناکامی سے
دوچار ہونا پڑا ـــ صرف ـــ مادہ طلبی کے جذبہ نے نیاز کو پس پشت
ڈال دیا ـــ یقینی یہ "فلسفہ" کی غداری ہے

حسن ـــ یہ ماننے کے لئے میں تیار نہیں ہوں کیا یہ "وقت" کے اختیار
میں تھا کہ وہ نیاز صاحب سے شادی کرلیتی ـ نواب صاحب کا فعل تھا ـ

ضیاء ـــ خوب سفیر کو نواب ہی صاحب نے تو منتخب کیا تھا ـ ایک انتخابی
کمیٹی مقرر کی گئی تھی جس کے صدر نواب صاحب تھے اور معتمد اعزازی
حسن !

(باقی آئندہ)

وطن کی خبریں

نوٹ :ـ اعزہ و احباب و جملہ اہل وطن سے جو باہر ہیں خواہ وطن میں عرض ہے
کہ اپنے یہاں کی قابل اندراج خبریں اور اطلاعات وقتیہ روانہ کرکے مشکور کرتے رہیں

ایڈیٹر

موسم :ـــ وقتاً فوقتاً بارش ہوتی رہتی ہے ـ اوسط درجہ جون کی درمیانی شب
میں جو پانی برسا تھا اس کے بعد ۹ رجون کو بارش ہوئی اور برسات کی ابتدا
کہی جاتی ہے ـ عموماً موسم خوشگوار رہتا ہے جب آسمان صاف ہو جاتا ہے
اور دھوپ نکل آتی ہے یا کسی وقت حبس ہوا تو اس کی وجہ سے قدرے
تکلیف ہوتی ہے ورنہ بیشتر حصہ دن و رات میں فضا میں ابر محیط رہتا ہے ـ
اکثر رات بھی کافی خنک ہوتی ہے اور نیند آجاتی ہے البتہ مچھر دن کو
جب سے ادھر شروع ہوگئی کچھ اذیت ہوتی ہے ـ آم اب ختم تقریباً ہوگئے ہیں
اور فصل پورے شباب پر ہے ـ باوجود کمی پیداوار کے آم کی قیمت کچھ زیادہ
نہیں ہے ـ خربوزہ ختم ہوچکے تربوز بھی کم ہیں ـ

آب و ہوا :ـــ انفلوئنزا اور زکام کی کچھ شکایتیں سنی جاتی ہیں بفضلہ تعالے
آب و ہوا اچھی ہے ـ کوئی موسمی شکایت نہیں سنی گئی ـ

نتائج امتحانات :ـ حسب ذیل طلبہ امتحانات میں کامیاب ہوئے ہیں ـ
خداوند کریم مبارک فرمائے ـ

کرم علی عباسی خلف سوم میر ثامن علی عباسی (قلعہ) بی ـ اے دسال اول،
لئیق الدین احمد علوی خلف سوم مولوی فخر الدین مرحوم (مولوی محلہ) وحسن کمال علی
خلف دوم شیخ اقتدا علی عباسی (قاضی گڑھی) وکمال الدین علوی خلف منشی
عرفان حسین مرحوم (تاڑتلہ) واکبر علی علوی خلف حاجی نور علی علوی (تاڑتلہ)،
وعلاء الدین کرمانی خلف منشی سمیع الدین وسید اشفاق رسول خلف اول خانصاحب
ڈاکٹر سید معراج رسول (کوٹھی تلہ) وقار احمد رضوی خلف دوم چودھری محمد جمیل
(چودھری محلہ) ایف ـ اے ـ فائنل، سرور الدین علوی خلف مولوی اسلام الدین
علوی (مولوی محلہ) وغلام مرتضی خلف مولوی محمد عاصم (دلی نگر) وعبدالقدیر
خلف منشی عبدالقدوس (قاضی گڑھی) ایف ـ اے دسال اول، اسرار علی
عباسی خلف چہارم میر ثامن علی عباسی (قلعہ) و محمد خلیل یوسفی (احاطہ کرامت اللہ خاں)
وسید اخلاق رسول خلف دوم خانصاحب ڈاکٹر سید معراج رسول (کوٹھی تلہ)
مس سعیدہ ناز عباسی بنت دوم شیخ امیر احمد عباسی (احاطہ غلام جیلانی)
میٹرک (فائنل) محتشم الدین علوی خلف دوم مولوی تمیم الدین (لال علی)
عشرت علی علوی خلف منشی شفقت علی علوی (تاڑتلہ) میٹرک دسال اول،
نیر آرا ناز بنت سوم خانصاحب ڈاکٹر سید معراج رسول (کوٹھی تلہ) انگلو ورنا کولر مڈل ـ

واپسی از وطن :ـ حسب ذیل حضرات بعد ختم تعطیلات اپنے اپنے مستقر واپس
واپس گئے :ـ مولوی حنیف الدین علوی معہ متعلقین ـ میر اختر علی عباسی معہ
متعلقین ـ مولوی حامد حسین علوی معہ متعلقین ـ منشی احمد حسن علوی معہ متعلقین ـ
منشی خلیق احمد علوی ایم ـ اے ـ منشی اقبال احمد علوی چند روز کیلئے وطن آئے
تھے واپس گئے ـ

مسلم لیگ :ـ سنا گیا ہے کہ مقامی مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے تعمیری پروگرام
مرتب کرنے کیلئے ایک سب کمیٹی کا تقرر کیا تھا جسنے ۸ رمئی ۱۹۴۷ء کو مجلس عاملہ کے
جلسہ میں اپنی رپورٹ پیش کی تھی رپورٹ کافی بحث مباحثہ کے بعد منظور ہوئی ـ
علحدہ علحدہ شعبوں کیلئے سب کمیٹیاں بنائی گئی ہیں جو اپنے اپنے شعبہ کو کامیاب
بنانے کی کوشش کرینگی ـ ہم کو امید ہے کہ اراکین مسلم لیگ تعمیری کام میں پوری
دلچسپی اور انہماک سے متوجہ ہوں گے جو نہ صرف مسلم لیگ کے لئے مفید

ثابت ہوگا بلکہ قصبہ کو بھی اس سے خاص نفع پہونچنے کی امید ہے۔

تبادلہ: حسب ذیل حضرات کے تبادلوں کی اطلاعات آئی ہیں:۔

منشی محمد جواد علوی انسپکٹر آبکاری سلطانپور سے رائے بریلی۔ ڈاکٹر مشتاق احمد علوی ڈسٹرکٹ ہیلتھ افسر گورکھپور سے گونڈہ، مولوی متین الدین خاں علوی ورنگل سے حیدرآباد، مولوی حنیف الدین علوی مدرس جالنہ سے دیگلور، منشی اقبال احمد علوی ڈائرکٹر ایڈیٹر ہردوئی سے گوالیار

صحت و تندرستی:۔ (۱) اہلیہ منشی عبدالقیوم (حافظ خضر صاحب) بچوں کے ولادت کے بعد سے علیل تھیں اور لکھنؤ میں مشن اسپتال کی ڈاکٹرن کے زیر علاج تھیں بفضلہ تعالیٰ بعد حصول صحت کاکوری آگئی ہیں۔ شکایت بڑی حد تک دفع ہوچکی ہے صرف ضعف باقی ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ بتدریج جاتا رہیگا۔

(۲) چودھری محمد طیب کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ اب انکو بخار نہیں ہے اور طبیعت چاق ہے۔ ضعف میں بھی کمی ہے۔

علالتیں: (۱) کلکتہ کی تحریرات سے معلوم ہوا کہ قاضی انتظار سلیمان صاحب عباسی کا مرض "برنکائٹس" عرصہ کے بعد پھر عود کرآیا تھا اور "انیمیا" یعنی کمی اجزائے خون کی شکایت پیدا ہوگئی تھی۔ دس انجکشن کلبی کے دئیے گئے جس سے کو نہ فائدہ معلوم ہوتا ہے۔ اب کچھ گھر کے اندر ہی چلنے پھرنے کے قابل ہوگئے ہیں۔ کھانسی میں بھی کمی ہے تبخیر معدہ کی تکلیف ابھی ہے ضعف بہت بڑھ گیا ہے باری تعالیٰ جناب ممدوح کو جلد صحیح و تندرست فرمائے۔

(۲) مولوی حامد حسن علوی (شیخ سعدی محلہ) کو ہومیوپیتھک طریقہ علاج سے طبیعت مائل بسکون ہوئی تھی۔ بوجہ ختم تعطیلات بعض ناگزیر حالات کی بنا پر اورنگ آباد واپس گئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے پندرہ روز کی دوا دیکر تاکید واپسی کی ہے غالباً جلد واپس آکر علاج جاری رکھیں گے۔ خدا کرے یہ طویل سفر باعث تکلیف نہ ہو اور یہ علاج مفید ثابت ہو کر مرض بالکل دفع ہوجائے۔

(۳) سنا گیا ہے کہ ماسٹر اظہار الحسن کو پیشاب کے ساتھ خون آنے کی شکایت ہوگئی ہے۔ ابھی چند ہی روز قبل وہ شدید علالت اٹھا چکے ہیں باری تعالےٰ انکی موجودہ شکایات کو بھی جلد دفع فرماکر مطمئن فرمائے۔

(۴) سنا گیا ہے کہ کاکوری کے ہر دلعزیز ڈاکٹر سید محمد ہاشم کو بلڈ پریشر (کچھ عرصے) کی شکایت پیدا ہوگئی ہے اور سرجن نے اسپتال میں داخل کرلیا ہے اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو جلد تندرست کرے۔

حادثہ:۔ اہلیہ مولوی اسلام الدین علوی (مولوی محلہ) نے طویل علالت کے بعد ۱۶ جون کی درمیانی شب میں بمقام لکھنؤ ساڑھے نو بجے اس دنیا سے رحلت کی انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحومہ بڑی نیک اور خاموش خاتون تھیں اور ہمیشہ لڑائی جھگڑے سے دور رہتی تھیں حتی الوسع اپنے طرز عمل سے کسی کو شکایت کا موقع نہ دیتی تھیں نہایت کمسنی میں بیوہ ہوگئی تھیں۔ پہلا عقد شیخ رئیس احمد عباسی سے ہوا تھا جنکی یادگار صرف ایک لڑکی ہے۔ دوسرا عقد مولوی اسلام الدین سے ہوا۔ کئی اولادیں ہوئیں لیکن کوئی زندہ نہیں۔ مرحومہ بہت عرصہ سے علیل تھیں مرض دق تھا۔ کئی سال سے علاج ہو رہا تھا۔ ڈاکٹری، یونانی، ہومیوپیتھک طبیبوں سے رجوع کیا گیا۔ علاج سے مرض دب جاتا رہا لیکن جڑ نہیں گئی۔ اب تقریباً ایک سال سے اس موذی مرض نے اپنا پورا اثر کرلیا تھا اور باوجود علاج معالجہ کے وہی پیش آیا جو مقدر ہوچکا تھا۔

مرحومہ کا ابھی کچھ ایسا سن نہ تھا۔ ازل سے اتنی ہی عمر لکھا کر لائی تھیں۔ ہم کو اس حادثہ میں مرحومہ کی بوڑھی ضعیف اور تیمار دار ماں اور صاحبزادی (جس نے ماں کی تیمارداری مع خدمت قابل تعریف طریقہ پر کی) و شوہر اور بھائیوں اور بہن سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو غریق رحمت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا ہو۔

مرگ مفاجات:۔

سنا گیا ہے کہ گنگا رام سنار ساکن کوٹھی نمر کا بھائی مسمی شیو رام جو عرصہ سے لکھنؤ میں مقیم تھا گذشتہ ہفتہ میں موٹر کے حادثہ میں بمقام لکھنؤ فوت ہوگیا۔ ہم کو اس اتفاقیہ موت پر شیو رام کے بھائی اور دیگر اعزہ سے دلی ہمدردی ہے۔

باہتمام سید توسل حسین یونائٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ میں چھپوا کر سید محمد شریف نے دفتر کاکوری اخبار، مولوی محلہ (ال ای) کاکوری سے شائع کیا۔